الجزائر: انتخابات اور تشدد کی منطق

رابرٹ مارٹیمر*

گزشتہ جنوری میں مسلمانوں کا مقدس ترین مہینہ رمضان الجزائر میں "خونیں رمضان" کی صورت اختیار کر گیا۔ جنوری ۱۹۹۲ء میں پارلیمانی انتخابات کی منسوخی سے اب تک تشدد پسند جماعتیں خونریزی میں اضافہ کرکے حکومت کو غیر مقبول اور غیر مستحکم کرنے میں مصروف ہیں۔ اپنے مقصد کے حصول میں انہوں نے رمضان کے تقدس کو بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ اس مرتبہ رمضان مخدوش حالات میں ہونے والے صدارتی انتخابات کے بعد آیا اور اس میں دہشت گردوں نے ہسپتالوں' بڑے بڑے ہالوں اور اخباری دفاتر کو نشانہ بنایا۔ ان کے بعض حملے اتنے شدید تھے کہ خانہ جنگی کے پورے دور میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ گزشتہ نصف عشرے سے جاری اس خانہ جنگی نے ایک ناقص جمہوری عمل کے بطن سے جنم لیا۔

انتخابی حکمت عملی

لیامین زیروئل جس کو جنوری ۱۹۹۴ء میں فوج نے صدر بنایا' شروع میں اسلامی محاذ کے اسیر رہنماؤں سے گفت و شنید پر کمربستہ تھا' ایک ریٹائرڈ جنرل کی حیثیت سے اس نے فوج کے نسبتاً معتدل دھڑے سے وابستگی اختیار کر لی۔ ستمبر ۱۹۹۴ء میں زیروئل نے اسلامی محاذ کے دو رہنماؤں عباسی مدنی اور علی بن حاج کو خیرسگالی کے طور جیل سے رہا کرکے ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا تاکہ وہ سیاسی اختلافات میں اسلحہ کے استعمال کی روش کا سدباب کرسکیں جس کے نتیجے میں پہلے ہی ۲۵ تا ۳۰ ہزار آدمی مارے جاچکے تھے (اب یہ تعداد ۶۰ ہزار کے لگ بھگ ہو چکی ہے)۔ اکتوبر کے آخر میں اس نے اعلان کیا کہ اسلامی محاذ کے رہنماؤں کے ساتھ اس کی گفت و شنید پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکی۔ دسمبر ۱۹۹۱ء میں انتخابات کے پہلے راؤنڈ میں اسلامی محاذ نے ۴۳۰ میں سے ۱۸۸ پارلیمانی نشستیں جیت لیں۔ حکومت نے ہوا کا رخ بھانپ کر انتخابات منسوخ کر دیے

*Robert Mortimer, "Algeria : The Dialectic of Elections and Violence", Current History, May 1997, PP.231_235

(تلخیص: ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

اور اسلامی محاذ کو غیر قانونی تنظیم قرار دے دیا۔ اس کے باوجود مخالف جماعتوں کا اصرار رہا کہ انتخابات کرائے جائیں کیونکہ الجزائر کی نمائندگی کا حق صرف قومی اسمبلی ہی کو حاصل ہے۔ چونکہ جماعتوں کے اس مطالبے کو حکومت نے درخوراعتنا نہیں سمجھا اس لیے انہوں نے صدارتی انتخاب کا بائیکاٹ کردیا۔ اسلامی محاذ' قومی اور سوشلسٹ محاذ نیز دوسری چھوٹی جماعتوں نے مل کر جنوری ۱۹۹۰ء میں روم پلیٹ فارم کے نام سے ایک کانفرنس منعقد کی اور حکومت سے اسلامی محاذ کے ساتھ گفت و شنید کرنے اور جمہوری حقوق بحال کرنے کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے روم پلیٹ فارم کو رد کردیا اور صدارتی انتخاب میں اسلامی محاذ کو شرکت سے روک دیا۔ اس کے نتیجے میں قومی محاذ اور سوشلسٹ محاذ نے انتخابات میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ جنرل زیروئل کی مقابلے میں تین امیدواروں نے حصہ لیا لیکن مسلح اسلامی گروپ کی دھمکی کہ ووٹ دینے والوں کے لیے بیلٹ باکس کو تابوت بنادیا جائے گا اور پھر اسلامی محاذ پر پابندی' نمایاں سیاسی جماعتوں کے بائیکاٹ سے نظر آتا تھا کہ بہت کم ووٹ ڈالے جائیں گے۔

دھونس سے ووٹ ڈلوانے کا انتظام

انتخاب کے دن' ہر پولنگ سٹیشن پر فوجی تعینات کردیے گئے اور لوگوں پر ووٹ ڈالنے کے لیے دباؤ اور دھونس سے کام لیا گیا۔ ۱۶ نومبر کو سرکاری گنتی کے مطابق ۱۶ ملین باقاعدہ ووٹروں میں سے ۱۲ ملین ووٹروں نے ووٹ ڈالے اور یہ ووٹ ۱۹۹۱ء کے پارلیمانی انتخابات کے پہلے راؤنڈ میں ڈالے گئے ووٹوں سے کہیں زیادہ تھے۔ زیروائل ۶۱ فیصد ووٹ لے کر جیت گیا۔ اگرچہ یورپ میں مقیم اسلامی محاذ کے عہدیداروں نے کہا کہ اعداد و شمار کو مبالغہ سے بیان کیا گیا ہے لیکن عموماً" اس کی فتح کو انتہا پسند عناصر کے خلاف اس کی مساعی کے اعتراض پر محمول کیا گیا۔ اسلامی محاذ کے بیرون ملک مقیم عہدیداروں نے بھی زیروئل کے خوشنودی کی غرض سے بیانات جاری کیے۔ رباح کبیر جرمنی میں جلاوطنی کی زندگی گزارہا ہے اس نے نومنتخب صدر کو ایک "قابل صلح کار" کے طور پر سراہا۔ اس نے کہا کہ اسلامی تحریک حکومت کے ساتھ بات چیت کرنے پر آمادہ ہے اور وہ حکومت کے ساتھ حزب اختلاف کے ایک جامع معاہدہ کے حق میں ہے۔ اس مقصد کے تحت اس نے اسلامی محاذ کے رہنماؤں کی رہائی کو لازمی قرار دیا لیکن صدر زیروئل نے اس مطالبہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ مسلح اسلامی گروپ اگرچہ انتخاب کے دن اپنی دھمکی کے مطابق عمل نہ کرسکا لیکن ۱۲ دسمبر کو اس نے کار بم کے ذریعے دہشت گردی کا بھرپور مظاہرہ کر دکھایا۔

جنوری کے وسط میں رمضان المبارک کا آغاز ہوا اور حملوں میں شدت آنے لگی۔ ۱۱ فروری ایک کار بم پھٹنے سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ زیروئل کے انتخاب کے تین مہینے بعد سیاست دانوں اور فوج کے درمیان کشا کش کی سابقہ حالت عود کر آئی۔ صدر فوج اور دہشت پسندوں کے محاربہ میں بے بس ہوکر رہ گیا۔ اس نے روم پلیٹ فارم کی اہمیت کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک "قومی مکالمے" کی تجویز پیش کی اور ضرورت کے مطابق دستوری سازی کا عندیہ ظاہر کیا۔

بہرے کی گفت و شنید

۱۹۹۴ء کے دوران صدر نے سیاسی جماعتوں اور عوامی انجمنوں کے ساتھ دستوری اصلاحات کے سلسلے میں گفت و شنید کی۔ اس کا مقصد سیاستدانوں کو ایسی دستور اصلاحات پر آمادہ کرنا تھا جن کے ذریعے وہ صدر کو زیادہ بااختیار بنانا چاہتا تھا۔ نیز وہ قومی اسمبلی کے اوپر دوسرا ایوان قومی کونسل کے نام سے تشکیل دینا چاہتا تھا جس پر صدر کو غلبہ و اختیار حاصل ہو۔ اس طرح قومی اسمبلی کو بے وقعت بنا کر سیاسی امور اور قانون سازی میں قومی کونسل کے توسط سے صدر کو مضبوط اور موثر بنانے کا اراره تھا۔ گویا ان اصلاحات کے ذریعے صدر کو ویٹو کا حق دلوانا مقصود تھا۔ علاوہ ازیں یہ خیال بھی تھا کہ نئے دستور کے تحت مذہبی اور علاقائی بنیادوں پر جماعت سازی پر پابندی عائد کردی جائے گی۔ ۱۹۹۶ء کے دوران زیروئل نے گفت و شنید کا یہ سلسلہ جاری رکھا جسے اس نے اپریل میں ایک "قومی مکالمہ" کا نام دیا۔ مئی میں اس نے اپنے منصوبوں کا ایک نظام اوقات جاری کیا جس کی رو سے نومبر۱۹۹۶ء میں ایک دستوری ریفرنڈم اور ۱۹۹۷ء کے ابتدائی چھ ماہ کے دوران کسی بھی وقت پارلیمانی انتخابات اور ۱۹۹۷ء کے اختتام سے پیشتر مقامی انتخابات کا انعقاد ہونا تھا۔ کئی سیاسی جماعتوں نے اس نظام اوقات پر فوری رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کیا یہ اختیار صرف پارلیمنٹ کو حاصل ہے کہ دستور میں اصلاحات کرے۔ صدر نے کہا کہ قومی رہنماؤں کی اکثریت نے اس کی تجویز کی تائید کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے گفت و شنید کے دوسرے دور کے آغاز کے طور پر ستمبر میں قومی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کردیا۔ سوشلسٹ محاذ اور ثقافت اور جمہوریت کی علمبردار جماعت نے اس کانفرنس میں شرکت سے انکار کردیا۔ سوشلسٹ محاذ کے رہنما حسین آیت احمد نے دستوری اصلاحات اور انتخابی لائحہ عمل دونوں کو ہدف تنقید بنایا' خصوصاً" پارلیمنٹ کو بے وقعت بنانے کے اقدام کی مذمت کی۔ اس کے نزدیک صدارتی تجاویز کا مقصد آمریت کو دستوری تحفظ فراہم کرنا تھا۔ ثقافت اور جمہوریت کی

علمبردار جماعت نے مطالبہ کیا کہ عربی زبان کے ساتھ ساتھ بربر زبان کو بھی سرکاری زبان کی حیثیت دی جائے۔ اس دوران غیر قانونی اسلامی محاذ کے بیرون ملک مقیم رہنماؤں نے اعلان کیا کہ اگر محاذ کو عوامی ذرائع ابلاغ سے اپنا موقف بیان کرنے کی اجازت دی جائے اور اس کے اسیر رہنماؤں کو رہا کردیا جائے تو وہ گفت و شنید میں حصہ لے گا۔ بہرحال کانفرنس منعقد ہوئی اور حکومت اس کے لیے ایک ہزار مندو بین جمع کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ قومی محاذ کے ایک رہنما نے صدر کی تجاویز کی تائید میں بیان دیا جبکہ اس کے اصلاح پسند دھڑے نے کانفرنس میں منظور ہونے والی قراردادوں پر نکتہ چینی کی۔ اس کے نزدیک کانفرنس میں اصل مسائل کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ حماس (تحریک برائے اسلامی احیا) کے اعتدال پسند عناصر نے کانفرنس میں شرکت کی اور ایجنڈا کی تائید کی۔ ۲۸ نومبر کے ریفرنڈم میں حکومت نے قیام امن کی پوری کوشش کی لیکن مسلح اسلامی گروپ نے شدید حملوں کا سلسلہ جاری رکھا جس کے نتیجے میں بہت سی جانیں ضائع ہوگئیں۔

تناؤ اور بیزاری کا ماحول

ایک صحافی کے بقول انتخاب "تناؤ اور بیزاری" کے ماحول میں منعقد ہوا۔ غیر ملکی صحافیوں پر سخت پابندیاں عائد کردی گئیں لہٰذا وہ انتخابی عمل کا مشاہدہ نہیں کرسکے۔ غیرملکی مبصرین کو بھی دعوت نہیں دی گئی البتہ اتنا واضح تھا کہ ۱۹۹۵ء کی نسبت ۱۹۹۶ء میں پولنگ بوتھ خالی تھے اور تقریباً" ہر شخص کو معلوم تھا کہ ووٹوں کی گنتی میں دھاندلی کی گئی ہے۔ اس سے حکومت کا اعتبار ختم ہوگیا اور زیروئل کی ساکھ میں بھی کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ریفرنڈم کے نتیجے میں اس کے اختیارات میں بے حد اضافہ ہوگیا۔

خوف اور دہشت کی حکمرانی

اگرچہ ریفرنڈم میں حکومت نے اپنی بالادستی منوانے کی پوری کوشش کی لیکن یہ حقیقت چھپی نہ رہ سکی کہ اس دوران حکومت نے خوف اور دہشت کی فضا پیدا کرنے کے لیے ۲۶ آدمیوں کو ہلاک کردیا اور شہری زندگی بعد میں بھی خوف اور دہشت سے دوچار رہی۔ جنوری میں ماہ رمضان کے دوران مسلح گروپ نے اپنے مہلک حملے جاری رکھے۔ اسلامی محاذ پر پابندی عائد کرکے' اس کے رہنماؤں کو قید و بند میں مبتلا کرکے' ریفرنڈم میں حزب اختلاف کو شرکت سے روکنے سے اور جمہوری عمل کو ۱۹۹۰ء کے عشرے کی طرف لے جانے سے حکومت نے الجزائر کو عدم استحکام سے

دوچار کردیا۔ مسلح اسلامی گروپ ایک مضبوط تحریک نہیں ہے۔ اس کا رہنما جمیل زیتونی اندرونی اختلافات کی وجہ سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس کا جانشین عنتر زدباری ایک پرجوش نوجوان ہے جس کے تین بڑے بھائی خانہ جنگی کی نذر ہوگئے۔ اس کی قوت کا راز حکومت کی نااہلی کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا میں پنہاں ہے۔ ماہ رمضان کا شاید ہی کوئی دن ہو جس میں بم دھماکوں سے تباہ کاری نہ ہوئی ہو یا انسانی جانیں ہلاک نہ ہوئی ہوں۔ جنوری کے اواخر میں صدر نے نشری بیانات کے ذریعے ان وارداتوں کے پس پردہ کارفرما قوتوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی جنہیں اس کے خیال میں بیرونی حلقے استعمال کررہے تھے۔ حالانکہ اس صورت حال کا اصل سبب اندرونی حالات ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں صدر کو جو موقع ملا تھا اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور بنابریں ملک کے سیاسی نظام کو سدھارنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اگرچہ حکومت ماہ رمضان کے دوران ہونے والی ہلاکتوں سے ہل کررہ گئی تاہم وہ پارلیمانی انتخابات کرانے کے طویل مدتی منصوبے کو روبہ عمل لانے کے ارادے پر قائم رہی۔ مستقبل میں کیا ہوگا؟ کیا پارلیمانی انتخابات کے بعد بھی تشدد کا یہ سلسلہ رک سکے گا؟

ریاکاری کا سدباب کون کرے گا؟

اگرچہ دستوری طور پر پارلیمنٹ کو عضو ضعیف بنا دیا گیا تاہم قومی اسمبلی وہ واحد ادارہ ہے جس کے ذریعے حزب اختلاف کو الجزائر کے سرکاری اداروں میں عمل دخل کا موقع ملتا ہے۔ جب انتخابات ہونگے تو حکومت مخالف جماعتیں اپنی عوامی حمایت کا مظاہرہ کریں گی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے پیچیدہ سیاسی حالات انہیں اس کی کس حد تک اجازت دیں گے؟ نئے قواعد کی رو سے سیاسی جماعتوں کو ازسر نو تشکیل پانا ہوگا۔ اسلامی جماعتوں کو اسلام سے اپنی نسبت اور ثقافت اور جمہوریت کی علمبردار جماعت کو اپنے نام سے ثقافت کا لفظ حذف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ اس سے علاقائیت کی بو آتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مذہبی' لسانی اور علاقائی جماعتوں کو نئے دستور سے ہم آہنگ بنایا جائے۔

صدر زیروئل نے قومی محاذ کی کارکردگی سے مایوس ہوکر اسلامی محاذ کے شدید مخالف مزدور رہنما عبدالحق بن حمودہ سے رابطہ کیا تاکہ وہ ایک نئی اعتدال پسند جماعت تشکیل دے۔ اس نے جونہی الجزائری محنت کشوں کی یونین سے علیحدگی کا اعلان کیا اسے یونین کے دفتر کے سامنے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اگرچہ اس کے قتل کی ذمہ داری ایک نئے دہشت پسند گروہ "اسلامی محاذ

برائے مسلح جہاد" نے قبول کی تاہم افواہ یہ ہے کہ اسے دھوکے سے قتل کیا گیا ہے۔ اس پر زیروئل نے عبوری دور کی قومی کونسل کے سربراہ' عبدالقادر بن صلاح کو منتخب کیا۔ مبصرین کا خیال ہے کہ صدر کو مجبوراً" ترکی کے انداز پر متضاد نظریات کے حامل افراد کے ساتھ مل کر حکومت کرنی ہوگی۔

الجزائر کا عدم استحکام دوسری مسلح ریاستوں' امریکہ اور فرانس کے لیے ایک معمہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ان میں سے اکثر نے زیروئل حکومت کی تائید کی ہے۔ تیونس' مراکش بنیاد پرست اسلام پسند عناصر کو الجزائر پر مسلط دیکھنے کے روادار نہیں ہیں' یہی کیفیت امریکہ اور فرانس کی ہے۔ الجزائر میں جاری تشدد کا اصل باعث حکومت کی نااہلی ہے۔

رمضان کے المناک واقعات نتیجہ ہیں اسلام پسند گروہوں کی پسپائی اور نئی صف بندی کا۔ اگرچہ فوج نے ان کا زور توڑ دیا ہے لیکن وہ ان کا مکمل طور پر صفایا نہیں کر سکی۔ فوجی کارروائیوں سے ایک خرابی یہ پیدا ہوئی ہے کہ حالات سے مایوس مزید افراد تشدد کے جہنم میں جاپڑے ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں محتاج نے تقریباً" اتنے ووٹ لیے جتنے ۱۹۹۱ء میں اسلامی محاذ کے امیدواروں نے - اس سے واضح ہوتا ہے کہ ملکی حالات کو سنوارنے کے کسی بھی عمل میں اسلامی تحریک کی شرکت لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روم پلیٹ فارم نے ۱۹۹۵ء میں اور اپیل برائے امن نے نومبر ۱۹۹۶ء میں تمام جماعتوں پر زور دیا کہ وہ ایک دوسرے کو تسلیم کریں اور تشدد ختم کرنے اور حقیقی جمہوری لائحہ علم پر تہ دل سے عمل کرنے پر آمادہ ہوں۔

۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۱ء میں صدر شاذلی بن جدید نے الجزائر کی سیاسی آزادیوں کی بحالی کے لیے ایک تجربہ کا آغاز کیا تھا اور الجزائر کے کثرت پسند اور تنوع کے عکاس معاشرے میں ایک جمہوری معاہدے کو بروئے کار لانے کی کوشش کی تھی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ یہ وہ کام ہے جو ابھی تک اپنی تکمیل کا منتظر ہے۔